شرح فقہ اکبر

مصنف

امام اعظم فی الحدیث والفقہ ابو حنیفہ

نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

ابو عبدالرحمن علامہ محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر

شرح فقہ اکبر

مترجم و شارح ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی

بااہتمام ——— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ——— جنوری 2017ء

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر ز، لاہور 0322-7202212

طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ——— روپے

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہو گا۔

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

مقدمہ

عقیدہ کے معنی اور مفہوم

عقیدے کی لغوی تعریف: عقیدہ دراصل لفظ "عقد" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کو باندھنا، جیسے کہا جاتا ہے "اعتقدت کذا" (میں ایسا اعتقاد رکھتا ہوں) یعنی میں نے اسے (اس عقیدے کو) اپنے دل اور ضمیر سے باندھ لیا ہے۔

لہٰذا عقیدہ: اس اعتقاد کو کہا جاتا ہے جو انسان رکھتا ہے، کہا جاتا ہے: "عقیدة حسنة" (اچھا عقیدہ)، یعنی: "سالمة من الشک" (شک سے پاک عقیدہ)، عقیدہ درحقیقت دل کے عمل کا نام ہے، اور وہ ہے دل کا کسی بات پر ایمان رکھنا اور اس کی تصدیق کرنا۔

عقیدہ کی شرعی تعریف

اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، یومِ آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھنا، اور انہیں ارکانِ ایمان بھی کہا جاتا ہے۔

شریعت دو اقسام میں تقسیم ہوتی ہے: عقائد اور اعمال

عقائد: عقائد ایسی چیزیں ہیں جن کا تعلق کیفیتِ عمل سے نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی عبادت کے وجوب کا اعتقاد رکھنا، اسی طرح تمام مذکورہ ارکانِ ایمان کا اعتقاد رکھنا، اور یہ "اصل" (بنیاد رجڑیں) بھی کہلاتے ہیں۔

اعمال: اعمال کا تعلق کیفیتِ عمل سے ہے، مثلاً نماز، زکوۃ، روزہ اور دیگر عملی احکامات، یہ "فروع" (شاخیں) بھی کہلاتے ہیں، کیونکہ یہ (فروع رشاخیں) ان عقائد (اصل رجڑوں) کی صحت یا فساد پر قائم ہوتے ہیں۔

لہٰذا صحیح عقیدہ ہی وہ بنیاد ہے جس پر دین قائم ہوتا ہے، اور اس کی درستگی پر ہی اعمال کی صحت کا دارومدار ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکہف:110)

جسے بھی اپنے رب سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

اورارشاد باری تعالی ہے:

وَلَقَدْ اُوحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الزمر:65)

یقیناً آپ کی طرف بھی اورآپ سے پہلے) کے تمام نبیوں (کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپ نے شرک کیا تو بلاشبہ آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا اور بالیقین آپ زیاں کاروں میں سے ہوجائیں گے۔

اورارشاد باری تعالی ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ * اَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ (الزمر:2-3)

پس آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے، خبردار! اللہ تعالی ہی کے لیے خالص عبادت کرنا ہے۔ یہ اوراس مفہوم کی دیگر آیاتِ کریمہ جو کہ بہت زیادہ ہیں، اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اعمال اسی وقت مقبول ہوں گے جب وہ شرک سے پاک ہوں، کی اولین ترجیح عقیدے کی اصلاح رہی۔ پس سب سے پہلے وہ اپنی اسی لیے تمام رسولوں قوموں کواس بات کی دعوت دیتے رہے کہ صرف اکیلے اللہ کی عبادت جائے اور اللہ تعالی کے سوا ہر کسی کی عبادت ترک کی جائے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُولًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (النحل:36)

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں (کی عبادت) سے بچو

اور ہر رسول جب بھی اپنی قوم سے مخاطب ہوئے تو فرمایا:

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ (الاعراف: 59)

اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں۔

یہی بات نوح، ہود، صالح، شعیب، اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں سے فرمائی۔

بعثت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال تک لوگوں کوتوحیداورعقیدے کی اصلاح کی دعوت دیتے رہے، اس لیے کہ یہی وہ بنیاد ہے جس پر دین کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ (حقیقی) داعیان اور مصلحین نے ہر زمانے میں انبیاء کرام (علیہم السلام) کے اسی نقش قدم کی پیروی کی ہے۔ چنانچہ وہ توحیداورعقیدے کی اصلاح کی دعوت سے اپنے کام کا آغاز کرتے ہیں، اس کے بعد دین کے دیگر احکامات کی پیروی کا حکم دیتے ہیں۔

عقیدہ اورایمان کے معنی ومفہوم کا بیان

خلاصہ یہ ہے کہ اسلاف اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے عمل کوایمان کے دوسرے معنی کے لحاظ سے ایمان کا رکن بنایا

اور اگر ایمان کے ساتھ اعمال نہ پائے جائیں تو پہلے معنی کے لحاظ سے اس پر ایمان کے باقی رہنے کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ ایمان اس کے سینہ میں موجود ہے (ایسا شخص) بالآخر دوزخ سے چھٹکارا پائے گا اگرچہ اس کے پاس ایمان کے ساتھ اعمال نہ ہوں۔ ایمان سے مراد تصدیق قلبی ہو تو ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی لیکن ایمان سے مراد طاعتیں ہوں تو ایمان میں کمی و زیادتی ہوتی ہے۔ ایمان سے مراد تصدیق قلبی ہو تو اس معنی کے لحاظ سے ایمان میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی اور اگر ایمان سے مراد طاعتیں اور عبادتیں ہوں تو ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عبادتیں تصدیق کی تکمیل کرتی ہیں تو ہر وہ حدیث جو ایمان کے نہ بڑھنے اور نہ گھٹنے پر دلالت کرتی ہو تو اس سے مراد ایمان کامل ہوتا ہے جس میں اعمال داخل ہیں۔

ایمان اور اسلام مفہوم میں الگ ہیں لیکن مصداق میں ایک ہیں۔ دوسری بحث اس بارے میں ہے کہ ایمان اور اسلام دو الگ چیزیں ہیں یا دونوں ایک ہیں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام میں لفظی اختلاف ہے کیونکہ اول (یعنی ایمان اور اسلام کا الگ الگ ہونا) لغت پر موقوف ہے، اور ثانی (یعنی ایمان اور اسلام کا ایک ہونا) شریعت پر منحصر ہے، تحقیق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام مفہوم کے لحاظ سے ایک دوسرے سے الگ ہیں لیکن دونوں کا مصداق ایک ہی ہے۔ ایمان شرعی میں تصدیق قلبی اور اقرار لسانی داخل ہیں اور عمل کمال ایمان کی شرط ہے۔

ہدایۃ المسالک فی حل تفسیر المدارک میں لکھا ہے کہ ایمان شرعی سے مراد تصدیق قلبی مع اقرار لسانی ہے اور عمل اس میں داخل نہیں بلکہ اس سے خارج ہے اور کمال ایمان کی شرط ہے۔

اور جمیع احناف جو امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو ہیں ان کے پاس یہی راجح ہے، البتہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اشاعرہ یعنی شافعی حضرات نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ اقرار زبانی ایمان کا مشروط رکن ہے۔ پس جو شخص دل سے تصدیق کرے اور بغیر عذر کے زبان سے اقرار نہ کرے وہ عنداللہ مومن نہیں اور وہ حضرات جن کے پاس اقرار زبانی ایمان کا رکن ہے ایسا شخص دوزخی ہوگا۔

امام فخر الاسلام اور شمس الائمہ اور اکثر فقہاء نے اسی کو اختیار کیا ہے البتہ وہ حضرات جن کے پاس اقرار زبانی ایمان کا رکن نہیں، ایسا شخص ان کے پاس مومن تو ہے اور اللہ تعالی کے پاس دنیاوی احکام میں غیر مومن ہے، یہ صورت منافق کے برعکس ہے (کیونکہ منافق عنداللہ کافر رہتا ہے لیکن عندالناس مومن) شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ یہ اختلاف اسی صورت میں ہے کہ آدمی گفتگو کر سکتا ہو، اور اس کا اقرار نہ کرنا انکار کی وجہ سے نہ ہو، مگر ایک شخص جس نے دل سے تصدیق کرلی، لیکن اس کو زبان سے اقرار کرنے کا وقت نہ مل سکا تو سب اس بات پر متفق ہیں کہ بالاتفاق وہ مومن ہوگا، شرح مقاصد کی عبارت سے یہی واضح ہوتا ہے۔

اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفاء میں لکھا ہے کہ وہ شخص جو اقرار شہادت پر قادر نہ ہو سکا باوجودیکہ اس سے تصدیق قلبی ثابت ہوئی وہ مومن نہیں ہے کہنا ضعیف ہے، ہاں اس کو اتنا وقت ملا کہ اس میں وہ اقرار کر سکتا تھا اور اس سے

اقرار کا مطالبہ بھی کیا گیا اور اس نے انکار کیا تو ایسا شخص باتفاق مومن نہیں بلکہ وہ عناد و سرکشی کی وجہ سے کافر ہی ہوگا۔
اقرار زبانی کن معنوں میں ایمان کا رکن ہے الغرض اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اقرار زبانی ایمان کا ایک اور رکن ہے مگر یہ یاد رہے کہ اصل ایمان تو دل سے تصدیق ہی کا نام ہے، یہ ایک واضح بات ہے کہ زبان خیالات کے اظہار کا ذریعہ ہے اس لئے ایمان کا زبان سے اقرار ایمان کے دل میں ہونے یا نہ ہونے کی دلیل ہوگی، اس لحاظ سے یہ صحیح ہے کہ اقرار زبانی ایمان کا ایک ایسا رکن ہے جو بعض حالات میں ساقط ہوسکتا ہے، لہٰذا حالت اختیاری میں اقرار جزء ایمان قرار دیا جائیگا اور جبر و اکراہ کے نہ ہونے کی حالت میں اقرار کا نہ ہونا تصدیق کے نہ ہونے کی دلیل ہوگا، الغرض اقرار زبانی کا اس طرح رکن ہونا اس بات کے خلاف نہیں کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہی ہے اور جن حضرات کے پاس اقرار ایمان کا رکن ہے وہ اصل انہی معنوں میں ہے۔

جمہور محدثین کے نزدیک عمل کمال ایمان کا جزء ہے۔ جمہور محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک عمل ایمان کا جزء ہے اس طرح جیسا کہ ہاتھ انسان کا جزء ہے تو جس طرح ہاتھ کی نفی سے انسان کی نفی نہیں ہوسکتی بلکہ ایک نقص اور عیب ہوگا بالکل اسی طرح عمل کی نفی سے ایمان کی نفی نہیں ہوسکتی مختصر یہ کہ عمل کمال ایمان کا جزء ہے البتہ معتزلہ اور خوارج کے نزدیک عمل ایمان کا جزء اصلی ہے اور عمل کے نہ ہونے سے ان پاس ایمان باقی نہیں رہتا۔

ایمان اسلام تصدیق اقرار اور عمل کے مباحث کا خلاصہ

خلاصہ یہ کہ ایمان سے مراد اگر تصدیق ہو تو اس میں کمی اور زیادتی نہیں ہوتی، اور ایمان سے مراد اگر تصدیق اقرار اور عمل تینوں چیزیں ہوں تو اس میں عمل کے لحاظ سے کمی اور زیادتی ہوگی لیکن ایمان کی کمی اور زیادتی معنی اول یعنی صرف تصدیق کے لحاظ سے اس اعتبار سے ہوگی کہ جس شئے پر ایمان لایا گیا ہے اس شئے میں زیادتی یا کمی ہوئی نہ کہ نفس ایمان میں۔
مذکورہ مباحث کے لحاظ سے آیات اور احادیث میں تطبیق ممکن ہے ان تفصیلات سے بحمد اللہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کی وہ آیتیں اور حدیث کی وہ روایتیں جن سے ایمان کا گھٹنا اور بڑھنا ظاہر ہوتا ہے ان سب آیتوں اور حدیثوں میں جمع اور تطبیق ممکن ہے اور یہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں اور اس میں جو کچھ اختلاف ہوا ہے وہ نزاع لفظی کی حد تک ہے، اس لئے خوب سمجھو اور غور کرو۔

اعتقادی اور عملی:

اعتقاد اصل ہے، عمل فرع ہے۔ صحیح اعتقاد کے بغیر آخرت کے عذاب سے نجات ممکن نہیں جبکہ عملِ صالح کے بغیر نجات کی امید ہے، البتہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے معاف فرمادیں اور چاہیں تو قانونِ عدل سے سزا دیں۔ عقیدہ ایک بھی خراب ہو تو اسلام کی ساری عمارت خراب ہو جاتی ہے۔

اِنَّ الْعَقَائِدَ کُلَّهَا اُسٌّ لِاِسْلَامِ الْفَتٰی اِنْ ضَاعَ اَمْرٌ وَّاحِدٌ مِّنْ بَیْنِهِنَّ فَقَدْ غَوٰی

تمام عقائد انسان کے اسلام کی بنیاد ہیں، اگر ان میں سے ایک چیز بھی ضائع ہو جائے تو انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج تا ثریا می رود دیوار کج

ترجمہ: اگر معمار پہلی اینٹ کو ٹیڑھا رکھے تو دیوار ثریا ستارے تک ٹیڑھی جاتی ہے۔

فائدہ: شریعت کے بنیادی اجزاء دو ہی ہیں؛ عقائد اور اعمال۔ ایک تیسری چیز خلق ہے، یہ دراصل نظریات کا حصہ ہوتے ہیں اور اس کا نتیجہ اعمال ہوتے ہیں، گویا خلق نظریات سے الگ نہیں اور شریعت کے اجزاء کو دو میں تقسیم کرنا اس معنٰی میں درست ہے۔

خلق کی تعریف

باطن کی وہ کیفیت جو انسان کو عمل پر برانگیختہ کرے اسے خلق کہتے ہیں۔ اگر کیفیت اچھی ہو تو اعمال اچھے اور اگر کیفیت بری ہو تو اعمال بھی برے۔

مثالیں: حیاء باطنی کیفیت ہے جو کہ خلق ہے اور غضِ بصر اس کا نتیجہ ہے، جو کہ عمل ہے۔

: سخاوت باطنی کیفیت ہے جو کہ خلق ہے اور انفاق اس کا نتیجہ ہے، جو کہ عمل ہے۔

: شجاعت باطنی کیفیت ہے جو کہ خلق ہے اور قتال اس کا نتیجہ ہے، جو کہ عمل ہے۔

فائدہ: جس علم میں عقائد سے بحث ہو اسے علم العقائد کہتے ہیں اور جس میں اعمال اور احکام سے بحث ہو اسے علم الفقہ کہتے ہیں۔

عقیدہ اور عمل میں فرق

فرق نمبر: عقیدہ اصل ہے اور عمل فرع ہے، جو فرق اصل اور فرع میں ہے وہ عقیدہ اور عمل میں ہے۔ چنانچہ عقیدہ کی مثال عدد کی ہے جو اصل ہے اور عمل کی مثال صفر کی ہے جو کہ فرع ہے۔ عدد اور صفر میں چند فرق ہیں۔

: عدد ایک بھی ہو تو قیمتی ہے اور صفریں دس بھی ہوں تو قیمت کچھ بھی نہیں۔

: ایک عدد کے ساتھ صفر لگاؤ تو دس، دو صفریں لگاؤ تو سو لاکھ، عدد آیا تو صفر کی قیمت بن گئی اور صفر کے آنے سے عدد کی قیمت بڑھ گئی۔ تو عقیدہ آنے سے عمل کی قیمت بنتی ہے اور عمل آنے سے عقیدہ کی قیمت بڑھتی ہے۔

: صفر کو دائیں کی بجائے عدد کے بائیں جانب لگائیں تو قیمت نہیں بڑھتی، اسی طرح عمل کی قیمت بھی اس وقت ہوتی ہے جب اپنے مقام پر ہو، اگر مقام بدل جائے تو عمل بے قیمت ہو جاتا ہے۔ مثلاً دعاء اگر نماز جنازہ کے فوراً بعد مانگیں تو بے قیمت ہے اور اگر دفن کے بعد قبر پر مانگیں تو مقبول ہے، کیونکہ اپنے مقام پر ہے۔

عقیدہ کا محل دل اور اعمال کا محل بدن ہے، جو فرق دل اور بدن میں ہے وہی عقیدہ اور عمل میں ہے اور یہ دو فرق ہیں:

جو چیز جتنی قیمتی ہو اس کے رکھنے کا محل بھی اتنا محفوظ ہوتا ہے اور جو اس سے نسبتاً کم ہو اس کے رکھنے کا محل بھی نسبتاً کم

محفوظ ہوتا ہے۔ عقیدہ چونکہ زیادہ قیمتی تھا اس کا محل دل کو بنایا، عمل نسبتاً کم قیمتی تھا اس کا محل اعضاء بدن کو بنایا۔

اعضاء جسم میں سے بعض کٹ جائیں تو بندہ زندہ رہتا ہے اور قلب کے بعض اجزاء کٹ جائیں تو بندہ مرجاتا ہے، اسی طرح اگر کچھ اعمال چھوٹ جائیں تو بندہ با ایمان ہوتا ہے اگر چہ فاسق ہے، لیکن اگر بعض عقائد ختم ہوجائیں تو ایمان ختم ہوجاتا ہے اور بندہ کافر ہوجاتا ہے۔

فائدہ: علم العقائد کا نام علم الکلام بھی ہے، یا تو اس وجہ سے کہ علم الکلام میں زیادہ تر بحث کلام باری تعالیٰ سے ہوتی ہے یا اس وجہ سے کہ علم الکلام میں جب بھی کسی مسئلہ پر بحث ہوتی ہے تو متکلمین کہتے ہیں اَلْکَلَامُ فِیْ کَذَا

ائمہ علم الکلام

مشہور ائمہ علم الکلام دو ہیں:

امام ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولادیں سے تھے، 260 ہجری میں پیدا ہوئے، بچپن میں والد کا انتقال ہوگیا بعد میں ان کی والدہ کا نکاح مشہور معتزلی ابوعلی جُبّائی (م 303ھ) سے ہوگیا۔ آپ نے فن مناظرہ اور علم الکلام ابوعلی جُبّائی کی تربیت میں رہ کر حاصل کیا لیکن نہایت سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہونے کی وجہ سے معتزلہ کی رکیک اور بعید از عقل تاویلات کی وجہ سے مسلک اہل السنّت و جماعت کو قبول کیا اور تاحیات عقائد اہل السنّت و جماعت کے اثبات اور معتزلہ کی تردید میں دلائل دیتے رہے۔ فروع میں امام احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ تین سو (300) کے قریب کتب تصنیف فرمائیں جیسا کہ امام الزرکلی رحمۃ اللہ علیہ نے الاعلام 69/5 میں ذکر کیا ہے۔ چند مشہور کتب یہ ہیں:

الفصول، الموجز، کتاب فی خلق الاعمال، کتاب فی الاستطاعة، کتاب کبیر فی الصفات، کتاب فی جواز رویة اللّٰه بالابصار، کتاب فی الرد علی المجسمة، مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین، کتاب فی الرویة، مختصر مدخل الی الشرح والتفصیل وغیرہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے 324 ہجری میں انتقال فرمایا۔

امام ابومنصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ رحمۃ اللہ علیہ ماوراء النہر سمرقند کے ایک گاؤں ماترید میں پیدا ہوئے۔ معتزلہ کا شدت کے ساتھ رد کرنے کی وجہ سے ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض وہ افکار جن کا دفاع کرنا ادلہ شرعیہ کی روشنی میں مشکل تھا، کی اصلاح فرمائی اور معتزلہ کی تردید اور اہل السنة والجماعة کے افکار کی تائید میں راہِ استدلال اختیار فرمائی۔ فروع میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے۔ تاویلات اہل السنة والجماعة کے نام سے قرآن پاک کی ایک تفسیر بھی تحریر فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی متعدد کتب تصنیف فرمائیں،